رجسٹرڈ نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ نمبر ۲۲۹۶

رجسٹرڈ نمبر ۲۲۹۶ (انڈیا سے باہر بھیجنے کے لئے)
Terre aye Pieme city

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- سید قاسم علی احمدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۱۸ | قادیان مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ | نمبر ۱۸

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تمام متعلقین بخیریت ہیں۔ اور ہفتہ زیر اشاعت میں بالم پور سے کلّو تشریف لے گئے۔ جہاں ایک ہفتہ قیام فرمائیں گے۔

(۲) ڈاکٹر مزمل حسین صاحب شیبہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے فاروق بروقت نہیں ملتا۔ حالانکہ فاروق ہر ہفتہ ٹھیک تاریخ پر دفتر سے شائع ہو کر پوسٹ کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ڈاک خانہ سے دریافت کریں۔ کیوں اخبار نہیں پہنچتا۔ ایسا ہی ہر دوست کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک خریدار کے نام فاروق ٹھیک تاریخ پر روانہ کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو نہیں پہنچتا۔ تو یہ ان کے چٹھی رساں یا ڈاک خانہ کی غلطی ہے۔ تاہم مزید احتیاط کیا جائیگا۔

(۳) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اپنے ذاتی کام کے لئے چند یوم کے واسطے کلکتہ تشریف لے گئے ہیں۔

(۴) قاضی دین محمد کاتب اخبار ہذا کی بیوی مرض ٹائیفائیڈ کی وجہ سے عرصہ تین ماہ سے بیمار ہے۔ احباب مریضہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔

مرا آب و دانہ نہ ہو وہاں تو کہو وطن کو میں کیا کروں

نہیں جس چمن میں وہ گل مرا کھلا اس چمن کو میں کیا کروں
گلِ نسترن کو میں کیا کروں گلِ یاسمن کو میں کیا کروں
میری عیب پوشی کرے کوئی میرے بال بال میں نقص ہے
میری عیب پوشی نہ کر سکے تو کہو کفن کو میں کیا کروں
جو زبان پہ ہو وہی دل میں ہو جو نہ دل میں ہو نہ زبان ہو
نہیں منفق جو زبان و دل ترے حسن ظن کو میں کیا کروں
میرا کام مہر و وفا سے ہے وہ جفا کریں تو کیا کریں
مجھے ناز لینوں سے کیا غرض کسی گلبدن کو میں کیا کروں
میں فدائے ذکر حبیب ہوں مجھے اور باتوں سے کام کیا
وہ ہیں خوش بیاں تو ہوا کریں وہ ہیں خوش سخن تو میں کیا کروں
میرے دل میں حبِ وطن تو ہے کہوں کیا نصیبوں کی بات ہے
میرا آب و دانہ نہ ہو وہاں تو کہو وطن کو میں کیا کروں

(ڈاکٹر) منظور احمد منظور بھیروی)

مسجد احمدیہ انبالہ شہر کا شاندار افتتاح

۳۰ جولائی ۱۹۳۳ء بوقت ۴ بجے شام جماعت احمدیہ انبالہ شہر کی "مسجد احمدیہ" کا جناب بابو عبد الغنی صاحب نے افتتاح فرمایا۔ احمدی اصحاب اور مستورات کے علاوہ دیگر اشخاص بھی شامل ہوئے۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد بابو عبد الغنی صاحب نے ایک مختصر مگر معنی خیز تقریر فرمائی۔ بابو صاحب موصوف نے دوران تقریر میں فرمایا:-

"موجودہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اصلاح کے لئے ایک نبی کو مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ کی سنت قدیم ہے کہ وہ اپنے مرسل کی صداقت ہر روز ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ مسجد بھی موجودہ زمانے کے نبی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

۱۹۰۳ء میں جب انبالہ شہر میں جناب بابو عبد الرحمن صاحب و حاجی میراں بخش صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ اسی وقت سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غیر احمدیوں نے محلہ کی مسجد سے نماز پڑھنے سے روک دیا۔ جماعت احمدیہ خداوند کریم کی تائید و نصرت سے ترقی کرتی رہی۔ اور پھر مسجد تعمیر کرنے کی تجاویز ہوتی رہیں۔ مگر مخالفوں کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ مختلف مکانوں میں نمازیں ادا کرتی رہی۔

مخالف یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ یہ چند احمدی اگر مسجد بنانا بھی چاہیں۔ تو ان کے پاس اتنا چندہ کہاں سے آئے گا۔ جو مسجد کے تمام مصارف کو پورا کر سکیگا۔

مگر خداوند کریم کی قدرتیں عجیب ہوتی ہیں۔ تیس سال کے طویل عرصہ کے بعد اس نے حاجی میراں بخش صاحب سوداگر چرم کے دل میں جذبۂ اسلام پیدا کر دیا۔ اور آپ نے یہ خواہش ظاہر فرمائی۔ کہ اگر کہیں بالموقعہ زمین مل جائے۔ تو میں اپنے مصارف سے مسجد تعمیر کرا دوں۔"

جماعت احمدیہ انبالہ شہر کے معزز و محترم امیر جماعت جناب بابو عبدالرحمن صاحب نے یہ سنا۔ تو آپ نے کمال دریا دلی سے اپنے اس مکان کی زمین جو آپ خود تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ اور جس کا نقشہ بھی تیار ہو چکا تھا۔ مسجد کے لئے وقف کر دی۔

اللہ! اللہ!! یہ ہے موجودہ زمانے کی جماعت احمدیہ جو اسلام کی خاطر اپنے مال کو بے دریغ قربان کر رہی ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے۔ کہ موجودہ عالمگیر بے کاری کے زمانے میں جبکہ دیگر مسلمان اگر انہیں کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے۔ تو مہینوں اور سالوں پہلے شہر بہ شہر چندے اکٹھے کرتے پھرتے ہیں۔ اور پھر کہیں شاذ و نادر کامیاب ہوتے ہیں۔ مگر ان کے برعکس مقدس نبی کی جماعت احمدیہ کا ایک ..... اور صرف واحد فرد اپنی یہ خواہش ظاہر کرتا ہو۔ کہ اگر باموقع زمین مل جائے۔ تو میں اپنے مصارف سے مسجد تیار کرا دوں۔" اور دوسرا نیک سیرت شخص اپنی تمام ضروریات اور تمام پروگرام کو پس انداز کرتے ہوئے اپنی وہ زمین جس کا کہ نقشہ بھی تیار ہو چکا تھا۔ "مسجد" کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

خداوند کریم کی بے شمار رحمتیں احمدیت کے ان پروانوں پر نازل ہوں۔ اور خداوند کریم انہیں اس نیک اور بے لوث خدمت کے صلہ میں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ؛

الغرض ۲۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو مولوی محمد حسین صاحب نے احمدی احباب کے ایک کثیر مجمع کے ہمراہ "مسجد احمدیہ" کا سنگ بنیاد رکھا۔

اس کے بعد حاجی میراں بخش صاحب نے اپنے قیمتی وقت اور زر کثیر صرف کر کے مسجد تعمیر کرائی۔ جو آج خدا کے فضل سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

بابو صاحب کی تقریر کے بعد دعا کی گئی۔ اور بعد میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ تمام بزرگوں سے درخواست ہے۔ کہ دعا فرماویں۔ کہ خداوند کریم جناب بابو عبدالرحمن صاحب و حاجی میراں بخش صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور اس مسجد کو اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ آباد رکھے۔ آمین ثم آمین ؛

(شیخ محمد بشیر آزاد سیکرٹری وصایا انبالہ شہر)

بیکاری کا آخری علاج

محبان وطن کی کوشش سے روز بروز بڑھتی ہوئی بیکاری کو رفع کرنے کے لئے کوئی انڈسٹریز کالج جاری کر دیا گیا۔ جس میں فی الحال ۳۵ عدد انگلینڈ۔ امریکہ۔ جرمنی، جاپان کے بغیر سرمایہ کے جاری ہونیوالی ایسی دستکاریاں سکھانے کا انتظام ہو گیا ہے۔ کہ جن کے ذریعہ کم از کم ساٹھ روپیہ ماہوار سے تین سو روپیہ ماہوار تک آسانی سے کمایا جا سکتا ہے۔ جو لوگ یہاں نہیں آسکتے خصوصاً لڑکیاں اور مستورات کو بذریعہ تحریر بھی نہایت آسان طریقہ پر کام سکھایا جاتا ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔ کہ یورپ کی طرح خاندان کا ہر ممبر کمانے والا دستکار بن جائے۔ اور ہندوستانیوں کی طرح ایک کمائے اور دس کھائیں کی عادت کو ترک کر دیں۔

دولتمند ہونے کا سنہری موقعہ

فن اشتہار کے ذریعہ آپ اپنی گرتی ہوئی تجارت کو سنبھال سکتے ہیں۔ اور اپنے کاروبار کو کامیابی کے زینہ تک پہنچا کر لاکھوں روپیہ کما سکتے ہیں۔ ۴۸ صفحات کے حجم کی کتاب ہے۔ جسے منگوا کر آپ مطالعہ فرمائیں۔ اور دستکاریاں سیکھنے کے قواعد و ضوابط دو دو پیسہ کے آٹھ ٹکٹ روانہ فرما کر فوراً طلب کریں۔

المشتہر:۔ پرنسپل انڈسٹریز کالج چاندنی چوک متصل بلیماراں۔ دہلی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۳)

کہ یہ لوگ دقائق و حقائق بلکہ سطحی معنوں قرآن اور حدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں۔ اور در پردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں۔ کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کر کے اپنے گھر کے ایک نئے معنے گھڑتے ہیں۔ ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے۔ کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں۔ کہ کوئی مردہ دنیا میں واپس نہیں آئیگا۔ قطعیہ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنے ہے۔ اور نبلند اور بے ہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ توفی کا لفظ کہیں دکھا دے۔ مثلاً یہ کہ توفاہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ تو ایسے شخص کو بھی ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا۔

المشتہر

خاکسار:۔ غلام احمد از لودہیانہ محلہ اقبال گنج۔ (ازالہ اوہام)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

توفّی کے لفظ کی نسبت اور نیز الدجال کے بارے میں ہزار روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو۔ کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام برطبق آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کرکے فوت ہو چکے ہیں۔ اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے۔ اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں۔ اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ باایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے۔ کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں۔ کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے۔ اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے۔ بلکہ پورا لینا ہے۔ یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا اُن کا سراسر افترا ہے۔ قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے۔ کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے۔ اور زبان عربی جاری ہوئی ہے۔ کسی قول قدیم یا جدید سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدائے تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے۔ وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے۔ نہ قبض جسم کے معنوں میں کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلعم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے۔ کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے۔ یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں۔ کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کرکے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی اُن کا ہمخیال یہ ثابت کر دیوے۔ کہ الدجّال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجّال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ تو مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرالیں۔ یا تمسک لکھالیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ جنہوں نے غرور اور تکبّر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے۔ اس کے معنے پورا لینے کے ہیں۔ یعنی جسم اور روح کو بہیئت کذائی زندہ ہی اٹھا لینا اور وجود مرکب جسم اور روح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنے سے انکار کرکے یہ شرطی اشتہار ہے۔ ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جا بجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں۔ بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لئے بھی مستعمل ہے۔ اور اس دعوے کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس وسیع معنے الدجّال سے انکار کرکے اور یہ دعویٰ کرکے کہ یہ لفظ الدجّال کا صرف دجّال معہود کے لئے آیا ہے۔ اور بطور علم کے اس کے لئے مقرر ہو گیا ہے۔ یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال علماء نے لفظ توفّی اور الدجال کی نسبت اپنے دعویٰ متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا۔ تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھیریں گے۔ اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شائع کر دیگا۔ کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال فاضل اور واقعی طور پر محدّث اور مفسر اور رموز اور دقائق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔ اگر ثابت نہ کر سکے۔ تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا۔

(بقیہ مضمون دیکھو صفحہ ۳ کالم ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہودی مشن

رسالہ کذبات مرزا کا جواب

سلسلہ گذشتہ

(از ماسٹر محمد علی اظہر)

(ششم) خدا تعالےٰ اپنے رسولوں پر غیب کی باتیں کثرت سے ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ علٰم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہٖ احدًا الا من ارتضٰی من رسول ۲۹/۱۲ ۔ وہ غیب دان ہے۔ اور اپنے غیب پر کسی کو غلبہ عطا نہیں کرتا۔ لیکن جس رسول کو وہ برگزیدہ کرے۔ اس آیت میں غیبہٖ کا لفظ خاص توجہ طلب ہے۔ یعنی ایسا غیب جو خدا کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بعض غیب ایسے ہیں۔ جن کو انسان علوم مروجہ یعنی علم سائنس۔ علم ہیئت یا علم قیافہ وغیرہ کی بنا پر معلوم کر سکتا ہے۔ مگر آیت موصوفہ میں ایسا غیب مراد ہے۔ جو خدا سے ہی خاص ہے جسے انسان اپنے کسی علم کے ذریعہ سے معلوم کرنے سے عاجز محض ہے۔ ایسا غیب خدا تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر کثرت سے ظاہر کرتا ہے۔ گویا نبیوں کو غیب پر ایک قسم کا غلبہ عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ یظھر کے معنی غلبہ عطا کرنے کے ہی ہیں جیسا کہ فرمایا۔ لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ۴۸/۲۹ ۔ تاکہ کل دینوں پر اسے غالب کر دے۔

اس اصل کے ماتحت بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رسول ہونا کھلے طور پر عیاں ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے خود فرمایا ہے۔ کہ "خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں۔ تو اُن کی بھی اُن سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے" (چشمہ معرفت ص۳۱۶)

(۲) "اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں" (نزول المسیح ص۸۲)

(۳) "میں دعوٰی سے کہتا ہوں۔ کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں۔ جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں۔ جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ ان کی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے۔ تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ اُن کی مثل نہیں ملیگی"

اب میں نمونہ کے طور پر غیب کی چند ایک باتیں جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر کیں۔ اور لاکھوں انسانوں کے سامنے وہ پوری ہوئیں۔ یہاں درج کرتا ہوں :-

(۱) یاتیاک من کل فج عمیق (براہین احمدیہ ص۲۴۱) "دور دور سے تیرے پاس مالی امداد آئیگی۔ اور دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ جن راہوں سے یہ مالی امداد آئیگی۔ وہ راستے گہرے ہو جائیں گے۔ اور جن راہوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی"

(۲) اصحاب الصفہ وما ادرٰک ما اصحاب الصفہ تریٰ اعینھم تفیض من الدمع۔ یصلون علیک۔ براہین احمدیہ ص۲۴۲ ۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہونگے وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں۔ وہ بہت قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھیگا۔ کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے"

(۳) سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک ینقطع اٰباءک ویبدء منک "براہین احمدیہ ص۵۵۷ ۔ پاک ہے وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے۔ اُس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا۔ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائیگا۔ اور اب سے سلسلہ تجھ سے شروع ہوگا"

(۴) میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا" (براہین احمدیہ ص۵۵۷)

(۵) طاعون کے متعلق (ا) امراض الناس وبرکاتہٗ براہین احمدیہ ص۵۱۹ (ب) نور الحق مطبوعہ ۱۸۹۴ء حصہ دوم ص۳۸ "وحاصل الکلام ان الکسوف والخسوف اٰیتان مخوفتان واذا اجتمعا فھو تھدید شدید من الرحمٰن واشارۃ الی ان العذاب قد تقرر واٰکد من اللہ لاھل العدوان یعنی کسوف وخسوف دو ڈرانے والے نشان ہیں۔ اور ان کا ایک ہی مہینہ میں جمع ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت دھمکی ہے۔ کہ سرکشوں کے لئے عذاب مقرر ہو چکا ہے۔ اور اس کا ظاہر ہونا فیصلہ پا چکا ہے۔ اور ضروری ٹھیر چکا ہے"

(ج) حمامۃ البشریٰ ص۷ مطبوعہ ۱۸۹۴ء ۔ فلما طغ الفسق المبید بسیلہ۔ تمنیت لو کان الوباء المتبر۔ فاتی ھلاک الناس ممن اولی النھی احب واولی من ضلال یخسر یعنی جب ہلاک کرنے والے گناہوں کا طوفان حد سے بڑھ گیا۔ تو میں نے دعا کی۔ کہ اے خدا ایک تباہ کرنے والی وبا بھیج۔ کیونکہ عقلمند کے نزدیک انسانوں کا مرجانا گمراہی سے جو ٹوٹے میں ڈالتی ہے۔ بدرجہا بہتر ہے"

(د) اشتہار طاعون ۶ فروری ۱۸۹۶ء اور ایک ضروری امر ہے۔ جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں۔ کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں۔ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے۔ مگر میرا فرض ہے۔ کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ آج جو ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا۔ کہ یہ کیسے درخت ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ طاعون کے درخت ہیں۔ جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا۔ کہ اس نے یہ کہا۔ کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا۔ کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ انک اری القریۃ یعنی جب تک دلوں کی وبا معصیت دور نہ ہو۔ تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہوگی۔"

پھر اس اشتہار کے آخر میں فارسی اشعار میں طاعون کا خوفناک رنگ میں نقشہ کھینچا ہے۔ ان میں سے چند شعر یہ ہیں ؎

گر آں چیز یکہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے
ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خورِ تاباں سیاہ گشت از بدکارئ مردم
زمیں طاعون ہم آرد پے تخویف دانذارے
بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی
علاجے نیست بہر دفع آں جز حسن کردارے
من از بہر ہدایت گفتم تو خود ہم فکر کن یارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

---

(۶) یہ پُر اسرار مرض۔ انفلوئنزا ہے اور خدا کا وعدہ ہے۔ کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ ناواقف ہیں اس ملک میں پھیل جائیگی۔ اور انسان حیرت میں پڑیں گے۔ کہ کیا ہونا چاہتا ہے۔" دیکھو چشمہ معرفت کے آخیر کا مضمون صفحہ ۲۸۔ یہ انفلوائنزا ہے ہے۔ جو نومبر ۱۹۱۸ء میں پھیلا تھا۔ اور ایک دو ہفتوں کے اندر ہی لاکھوں آدمی اس کا شکار ہو گئے تھے۔

(۷) زلزلہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے متعلق (الف) ۴ دسمبر ۱۹۰۳ء "زلزلہ کا دھکا"۔ (ب) ۸ جون ۱۹۰۳ء عفت الدیار محلھا و مقامھا یعنی انسانوں کے کیا عارضی اور کیا مستقل تمام مسکن مسمار و پیوند زمین ہو گئے۔" اور ۲۸ فروری ۱۹۰۵ء کے الحکم میں آپ نے الوصیت کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں تحریر فرمایا۔" میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم و البدر میں جو قادیان سے اخبار نکلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی۔ کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ . . . اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے اس وقت جو آدھی رات کے چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا۔ کہ موتا موتی لگ رہی ہے۔" اس کے بعد وہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کا خوفناک زلزلہ آیا۔ جو اہل پنجاب کو اب تک نہیں بھولا۔

---

(۸) جنگ یورپ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

"اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئیگا فرمان خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک تبہ کی میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ مودبار

ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔" خدا تعالیٰ کی وحی میں جو زلزلہ کا بار بار لفظ ہے۔ اور فرمایا۔ کہ ایسا زلزلہ ہوگا۔ جو نمونہ قیامت ہوگا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیئے۔ جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن اس میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر حمل نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے۔ جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔"

قرآن شریف میں بھی خطرناک لڑائی کا نام زلزلہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ اذ جاءوکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المؤمنون و زلزلوا زلزالا شدیدا۔ . . الخ ۲۱/۱۸ جب وہ تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے آپڑے۔ اور جب آنکھیں پھر گئیں۔ اور دل گلے تک پہنچ گئے۔ اور تم اللہ پر طرح طرح کے ظن کرنے لگ گئے۔ اس جگہ مومن آزمائے گئے۔ اور ایک سخت زلزلے کے ساتھ ہلا دیئے گئے۔

پس اس جگہ زلزلہ سے مراد جنگ ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ جو نقشہ نظم میں کھینچا گیا ہے۔ وہ جنگ یورپ پر بالکل چسپاں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس لڑائی کی مصیبت۔ دیہات۔ شہروں۔ اور مرغزاروں سب پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھائی ہوئی تھی۔ اصل میدانِ جنگ میں تو یہ نقشہ تھا ہی دیگر ممالک کے دیہات شہر اور مرغزار بھی اسکی لپیٹ سے باہر نہ تھے۔ میدان جنگ میں لے جانے کے واسطے بھرتیوں کی بھرمار اس قدر تھی۔ کہ ساری دنیا ایک زلزلہ میں تھی۔ اٹھائیں اٹھائیں من کے گولے توپوں سے چھٹتے تھے۔ اور خطرناک گیسیں ہوائیں چھوڑی جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے بشر اور شجر اور حجر سب لرزہ میں تھے۔ اور پرندوں کے لئے بھی اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو رہا تھا۔ اور سمندروں میں تارپیڈوؤں اور جنگی جہازوں سے قیامت برپا تھا۔ اور دربار انگلستان کے نزدیک خون سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اور عالمگیر جنگ ہونے کی وجہ سے مسافروں کے لئے بھی سخت مصیبت اور رجان جوکھوں کا سامنا تھا۔ غرضیکہ چھوٹے اور بڑے سب مضمحل ہو گئے تھے۔ اور زار روس جیسا زبردست بادشاہ بھی اسی جنگ کے دوران میں نہایت بے دردی کے ساتھ ذلیل اور رسوا کر کے باحالِ زار ہلاک کیا گیا۔" (مفصل دیکھو رسالہ ریویو جولائی ۱۹۱۵ء صفحہ ۲۶۳ تا ۲۷۵)

---

(۹) سنہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا "اب ان کی دلجوئی ہو گی۔" (الہام ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء) سنہ ۱۹۰۵ء میں بنگالہ کے دو حصے کر دیئے گئے۔ (۱) مشرقی بنگالہ (۲) مغربی بنگالہ۔ اس پر بنگالیوں نے شورش کی۔ بمبازی سے کام لیا۔ مظاہرے کئے مگر پارلیمنٹ نے مطلق پرواہ نہ کی۔ اور کہدیا۔ کہ یہ فیصلہ شدہ امر ہے۔ اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ ایسے حالات میں خداوند تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مندرجہ بالا وحی نازل فرمائی۔ چنانچہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ نے قدرتی سامان پیدا کئے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۱ء میں ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند فوت ہوئے۔ اور موجودہ قیصر جارج پنجم ان کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ ان کے دل میں خدا نے تحریک کی۔ کہ جشن تاجپوشی ملک ہند کے قدیمی پایہ تخت دہلی میں جاکر منائیں۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ جو ملکہ وکٹوریہ اور ایڈورڈ ہفتم کے دل میں تاجپوشی کی رسم ادا کرتے وقت یا جلسہ قیصریہ کرتے وقت نہیں پیدا ہوئی۔ پس یہ ایک بالکل نئی تحریک تھی۔ اور دنیا کی تاریخ میں بے نظیر۔ کیوں صرف اسلئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو خدا کا کلام بنگالہ کی نسبت نازل ہوا۔ اس کی صداقت اہل دنیا کے سامنے واضح طور پر عیاں ہو۔ اور تاریخی حیثیت اختیار کر کے آنے والی نسلوں کے لئے ایک نمایاں نشان قائم ہو جائے۔ چونکہ یہ جشن پہلے جشنوں کی نسبت ایک نیا پہلو لئے ہوئے تھا۔ اس لئے وائسرائے کے دل میں بھی یہ تحریک ہوئی۔ کہ اس جشن کی کوئی یادگار قائم کرنی چاہیئے۔ چنانچہ خدا نے اس کے دل میں ڈالا۔ کہ شہر دہلی کو ہی جو اس جشن کے منایا جانے کی جگہ ہے۔ مستقل تخت گاہ قرار دیا جائے۔ مگر چونکہ پہلا یہ تخت کلکتہ تھا۔ اس لئے اس کی بجائے دہلی کو پایہ تخت بنانا بنگالیوں کو دوسرا زخم لگانا تھا۔ جو جشن تاجپوشی کے منافی تھا۔ اس لئے ان کی پرانی رنجش کو ایسے طور پر دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ نیا صدمہ بھی ان کو محسوس نہ ہو۔ اور اپنے سابقہ انتظام کو بھی قائم رکھا جائے۔ یعنی خاص بنگال کے دونوں حصوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ آسام کو الگ کر کے چیف کمشنری بنا دیا۔ اور بہار چھوٹا ناگپور اور اوڑیسہ کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا۔ اور صوبہ بنگال کو بجائے لفٹننٹ کے گورنری بنا دیا۔ اس طرح سے ان کی دلجوئی کی گئی۔ اور اس اعلان کو تاج سر پر رکھکر تخت پر کھڑے ہو کر خود جارج پنجم قیصر ہند نے ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو اپنی زبان سے سنایا۔ (مفصل دیکھو رسالہ ریویو بابت ماہ اگست ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۹۹ تا صفحہ ۳۱۵۔)

(باقی آئندہ)

احمدی مشن

حضرت مسیح موعودؑ کے احسانات

(۲)

(دوئم) ہندوستان (بھارت ماتا) کے اندر بسنے والی قدیم قوم ہندوؤں کی تھی۔ اس پر بھی آپ کا احسان ہے اگرچہ آج وہ اپنی زبان سے اس کا اقرار نہ بھی کرے۔ مگر دل ان کے مان چکے ہیں۔ کہ واقعی حضرت مرزا صاحب نے ہم پر احسان کیا ہے۔ دیکھو ہندو اگر کروڑہا روپیہ خرچ کرتے۔ اور ہزاروں ان کے اپدیشک مسلمانوں سے اس بات کے منوانے پر لکچر دیتے اور سینکڑوں جلسے کراتے۔ کہ مسلمانوں تم مان لو۔ کہ سری کرشن جی مہاراج اور سری رام چندر جی اور مہاتما بدھ جیسی متبرک ہستیاں خدا کی طرف سے تھیں۔ تو کبھی بھی اس قدر انہیں کامیابی نہ ہوتی۔ جس قدر حضرت مسیح مسیح موعود علیہ السلام کی بدولت حاصل ہوئی۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کس قدر احسان ہے ہندو قوم پر کہ حضور نے قرآن کریم کی تعلیم سے ان کے بانیوں کی عزت اور عظمت مسلمانوں کے دلوں میں قائم کر دیتے ہیں۔ نہ صرف اپنی جماعت کے دلوں میں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے دل اس صداقت کے ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے بدترین دشمن مسٹر ظفر علی جیسے ابن الوقت انسان بھی اس حقیقت کے ماننے کے لئے آپ کے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ زمیندار ۶ اگست ۳۳ء میں یوں ہزار رسوائی کے بعد اقرار کرتا ہوا رقم طراز ہے:۔

"میں نے اپنے اس عقیدہ کا طول و عرض ہند میں رہ رہ کر اعلان کیا ہے۔ کہ باوجودیکہ ایک کٹر مسلمان ہونے کے میں سری کرشن کا صدق دل سے ادب کرتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے میرے مذہب نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی تعلیم دی ہے۔ میں ہندوستان قدیم کے اس مقدس بزرگ کو ان بڑے بڑے انسانوں کے زمرہ میں شمار کرتا ہوں۔ جنہیں خدائے ذوالجلال کی حکمت اپنے بندوں کی روحانی راہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں منتخب کرتی رہتی ہے۔ مذہب کی اصطلاح میں ان ہادیان زمانہ کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ اور ہندو اپنی اصطلاح میں انہیں رشی اور اوتار کہتے ہیں۔ سری کرشن کی تعلیم سے مجھے بقول حضرت جان جاناں "ہوئے بتوں آتی ہے"

پھر علاوہ اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ جب حضرت مرزا صاحب نے اس حقیقت کا اظہار سیالکوٹ کی سرزمین میں یوں کیا کہ "راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور باقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا" تو یہاں کی مسلمان آبادی پکار اٹھی۔ کہ یہ ہندوؤں کا خیر خواہ اور اسلام کا دشمن ہے۔ مگر زمانہ کے تھپیڑوں نے اس بات کا آج انہیں اقرار کرا دیا۔ کہ واقعی جو صداقت آپ نے پیش کی تھی۔ وہی حق ہے۔ اور جس کا ادنیٰ سا ثبوت زمیندار کے حوالہ سے بتا چکا ہوں۔ ورنہ سینکڑوں ہندوؤں کی اخباروں اور رسالوں کے کرشن نمبروں میں مسلمانوں کے مضامین اس پر گواہی دے رہے ہیں ؛

پھر علاوہ مسلمانوں کے آپ نے اس اصل کو قائم کر کے ہر مذہب کے بانی کی عزت اور عظمت کو مختلف مذاہب میں قائم کر دیا۔ اور قوموں کے اندر اتحاد اور اتفاق قائم کر کے امن اور صلح کا دروازہ کھول دیا۔ ورنہ آئے دن جو فسادات بھارت ماتا کے اندر مذہب کے نام پر ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر اگر غور کیا جائے۔ اور دوسری طرف اس اختلاف اور فساد مٹانے کے اصل کو دیکھا جائے۔ تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس احسان کی قدر معلوم ہوگی۔ علاوہ اس کے کرشن جی کی اصل پوزیشن بتا کر اور ان کی جو پیشگوئیاں ہیں۔ گیتا میں آمد کے متعلق انکا اپنے آپ کو مصداق قرار دیکر خود تمثیل کرشن ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور اس طرح پر ہندوؤں پر تیسرا احسان تھا۔ جو آپ نے خدا کے الہام سے مشرف و ممتاز ہو کر کیا۔ اور ان کے لئے پرماتما تک پہنچنے کا ایسا آسان اور سیدھا راستہ اسلام کا بتایا۔ کہ جس کو قبول کر کے وہ دنیا و مافیہا کے اشغال رکھتے ہوئے سادھو اور سنتوں کے روپ دھارنے اور قسم قسم کے مصائب جنگلوں اور پہاڑیوں کے کنارے جو تپسیا کے نام برداشت کئے جاتے تھے کے بغیر پرماتما کے ملنے اور اس سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ اور پھر اسلام کی صداقت ثابت کرتے ہوئے خدا کی تازہ بتازہ نشان اس قوم کو جگانے کے لئے پیش کئے۔ کہ جن کے بعد کوئی عذر اس قوم کا باقی نہیں رہا۔

(سوئم) پھر ہندوؤں کی ایک اصلاح شدہ شاخ جو آج سے چار سو سال قبل حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بتیس کروڑ دیوتاؤں اور بتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے توحید الٰہی کا اقرار کر کے اسلام کے نزدیک ہوئی۔ اور جناب باوا صاحب کی رات اور دن کی کوشش صرف اور صرف قرآن اور اسلام پر اس قوم کو فدا کر کے محمد رسول اللہ کا غلام بنانا تھی۔ مگر افسوس زمانہ کے انقلابات اور حوادثات میں کہ اس قوم نے اپنے گرو کی اصل تعلیم بھلا کر کچھ اور کا اور ہی رنگ دے دیا اور وہ مقصد عظیم جو توحید الٰہی اور رسالت حضرت محمد رسول اللہ کے اقرار کا تھا۔ بھلا کر کاغذ اور سیاہی اور کپڑے اور لوہے اور بالوں پر ہی اپنی روحانیت کو ختم کر بیٹھے۔ اور وہ دروازہ جو خدا کے قرب پانے کا تھا۔ اس کو چھوڑ دیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت سے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قوم کی اصلاح اور بھلائی پر متوجہ کر دیا۔ اور اس احسان کے نیچے حضور نے اس قوم کو بھی لے لیا۔ جو مدتوں سے اسلام کے کنارے کھڑی تھی۔ مگر اسلام کے قبول کرنے کی دولت سے محروم تھی۔ تو آپ نے آکر بتایا کہ واقعی وہ خدا کا عاشق تھا۔ عابد تھا۔ ولی تھا۔ اسلام کا سچا خادم تھا۔ محمد رسول اللہ اور قرآن شریف کا پیرو تھا۔ اور لطف یہ کہ ان کے اسلام کا ثبوت ان کے گھر سے دیا۔ جس کو چار سو سال سے یہ قوم دبائے بیٹھی تھی۔ اور سب سے بڑا ثبوت ڈیرہ باوا نانک سے چولہ باوا صاحب کا نکلوا کر سکھ قوم کے آگے رکھ دیا کہ لو یہ تمہارے گرو کا چولہ تھا۔ جس پر جا بجا ثبوت نکال کر دیئے۔ کہ یہ چولہ گرو نانک جی مہاراج کو خدا کی طرف سے ملا تھا۔ الغرض یہ ایک زبردست ثبوت سکھ قوم کے گھر سے حضور نے دیا۔ کہ جس کا جواب دینے کی آج تک کسی کو طاقت نہیں ہوئی۔ اور پھر جنم ساکھی کی بیان کردہ پیشگوئی جو بھائی مردانے کے سوال کرنے پر آپ نے کی تھی۔ کہ بٹالہ کے پرگنہ میں ایک جٹیڑا بھگت کبیر سے بھی بڑا ہم سے سو سال کے بعد گرو ہوگا۔ اس کی صداقت آپ کے وجود باجود کے ذریعہ پوری ہوئی۔ ورنہ یہ بات گرو صاحب کی غلط جاتی ؛

الغرض میرے سکھ بھائی اگر اس احسان پر غور کریں گے۔ تو ضرور سچائی کے قبول کرنے پر ان کے قلوب تیار ہونگے۔ پھر یہی نہیں۔ کہ کوئی نئی بات ان کو ماننی ہوگی۔ وہی جو ان کا گرو اور راہنما مانتا تھا۔ وہی ان کے اسلام کی راہنمائی پر قوی دلیل ہو سکتی ہے ؛

(باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیغامی مشن

قانون قدرت اور مسیح کی بن باپ ولادت

(۲)

اب میں مثالوں کو چھوڑ کر اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ میرے محترم مکرم شیخ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر بطور اصل کے لکھکر اس کے بعد قرآن کریم سے بطور دلیل کے آیات پیش کی ہیں۔ اور براہین احمدیہ صـ۳۳۵ کے حوالہ کو نقل کر کے تمام بڑے اور چھوٹے اور بڑے سے بڑے احمدی کو مخاطب کیا ہے۔ اور اپنے تیر کمانشانہ صرف قادیانیوں کو ہی نہیں بناتے۔ بلکہ لاہوری بھی آپ کے یکساں طور پر مخاطب ہیں۔ میں وہ حوالہ یہاں پر نقل کر دیتا ہوں۔ جس پر آپ کو بڑا ناز ہے:۔ اور وہ یہ ہے:۔

"عاقل کو یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ پہلا زمانہ خالص قدرت نمائی کا زمانہ تھا۔ اس میں عام قانون قدرت یہی تھا۔ کہ ہر ایک کام بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے کیا جاوے۔ . . . اس زمانہ کی نظیر میں اس زمانہ کے حالات کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً اب کوئی بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ابتدائی زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا۔ تو پھر کیونکر یہ دنیا پیدا ہو سکتی"۔ (براہین صـ۳۳۵)

میں نے خوب اس حوالہ کو دیکھا پڑھا پھر پڑھا غور کیا۔ مگر مجھے تو صرف یہی معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تخلیق بنی آدم کے متعلق دو قانون کا ذکر کر رہے ہیں۔ اور دو زمانوں کا (۱) پہلا زمانہ خالص قدرت نمائی کا تھا۔ جس میں تخلیق بنی آدم کے لئے یہ قانون تھا۔ کہ وہ بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے کیا جائے۔ (۲) اور دوسرا زمانہ یا دوسرا قانون تخلیق بنی آدم کے لئے پہلے قانون کے علاوہ یہ مقرر ہوا۔ کہ ماں اور باپ کے توسل سے ہو۔ اور بس اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا خدا تعالیٰ تخلیق بنی آدم کے لئے صرف ان ہی دو قانونوں کا پابند ہے۔ جس کے علاوہ پیدا کرنے کا طریقہ اس کو آتا ہی نہیں۔ اگر ایسا فاسدانہ عقیدہ کسی مفسر یا محقق یا موجد کا ہے۔ تو میں اس کو از راہ ہمدردی کہوں گا۔ کہ اس عقیدہ سے جلد توبہ کریں تو بہتر ہے

میرے محترم شیخ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی مجبور ہیں۔ کہ ان کی اقتداء کریں۔ سنئے اور غور کیجئے۔ صرف ایک عبارت کو پڑھکر اس پر ہی اپنے علم کا انتہا قرار دے لینا درست نہیں۔ حضور کی دوسری عبارتوں پر بھی نظر کرو۔ فرماتے ہیں:۔

"یہ اعتراض کرنا جیسے مسیح کی بن باپ ولادت پر کہ فلاں امر قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ محض حماقت ہے۔ کیونکہ جس چیز کی ابھی حدیث نہیں ہوئی۔ اور نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہے۔ اس کی نسبت کون رائے زنی کر سکتا ہے۔ . . . اور قانون قدرت کا تو یہ حال ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں خدا نے انسان کو محض مٹی سے پیدا کیا۔ یہ بھی ایک قانون قدرت تھا۔ اور پھر نطفہ سے پیدا کرتا ہے۔ تو یہ امر بھی قانون قدرت ہے۔ اور پھر اگر ایک زمانہ کے بعد کسی اور طور سے انسان کو پیدا کرے۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ طور اس کے قانون قدرت سے باہر ہے۔ جو غیر محدود ہے۔ یہ خیالات (جیسے یہ کہنا کہ مسیح کی پیدائش مرد کے توسل کے بغیر ہوئی۔ اور یہ قانون قدرت کے برخلاف ہے) سب جہالتیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ کسی نے آج تک اس کی حدیث کی اور نہ اس کے جاری شدہ قانون کی"۔ (چشمہ معرفت صـ۹۷)

اس کے علاوہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ تو سچ ہے۔ کہ جیسا کہ خدا غیر متبدل ہے۔ اس کی صفات بھی غیر متبدل ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ مگر آج تک اس کے کاموں کی (مثلاً تخلیق بنی آدم کا کام ہے) حدیث کس نے کی ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ اس کی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ بلکہ اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں۔ اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں۔ اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے (جیسے مسیح بھی اس کا خاص بندہ تھا) اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔ مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں ہی داخل ہے"۔ (چشمہ معرفت صـ۹۶)

پس ان حوالجات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا کارخانہ قدرت کی حدیث کوئی نہیں کر سکتا۔ جب کہ انسان کی عقل ہر ایک قدم میں اپنے عجز کا اقرار کرتی چلی آئی ہے۔ تو پھر اس محدود عقل کے ہوتے ہوئے اس غیر محدود ہستی کی قدرت پر مُہر لگا دینی کہ بس عورت اور مرد کے ملے جلے نطفہ کے بغیر صرف عورت کی قوت رجولیت اور انثیت کو کسی سخت تحریک پر بغیر توسل مرد کے خود بخود حمل کر دے۔ تو یہ اس کے قانون عمومی کے برخلاف ہے اور وہ قانون کا بنانے والا اپنے قانون کو توڑ نہیں سکتا۔ جہالت نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ سنیئے میں آپ کو آپ کے مجدد کا کلام سناؤں۔ شاید آپ کی راہ نمائی کر سکے۔

"یہ خیال بھی سراسر حماقت ہے۔ کہ جس قدر قانون قدرت ظاہر ہو چکا ہے (جیسے کہ پیدائش کے متعلق ہمارے شیخ صاحب معلوم کر چکے ہیں۔ اسی پر خدا کی مخفی ارادوں اور مخفی قدرتوں کا قیاس کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قیاس کرنے کے لئے کم سے کم نسبت مساوات تو ضرور چاہیئے۔ لیکن جس حالت میں انسان کا علم خدا کی قدرتوں کی نسبت اس قدر بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ..... اگر خدا کی اُس قدر قدرتیں ہیں - جو انسان کے احاطہ علم میں آچکی ہیں - اور اس کے سوا کچھ نہیں - تو اس صورت میں وہ محدود ہو جائے گا - اور نیز اس کی قدرتیں بھی انسان کے علم سے زیادہ نہیں ہونگی - لیکن انسان کا خدا کی قدرتوں پر محیط ہونا ایسا ہی ہے - جیسا خدا پر محیط ہو جانا - وہ خدا جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا - پھر اس پہلے قانون کو توڑ دیا - پس اگر وہ کسی زمانہ میں اس موجودہ قانون قدرت کو بھی توڑ دے - تو اس کو کون روک سکتا ہے - اور کس دلیل سے ہم کہہ سکتے ہیں - کہ پہلے تو وہ تبدیلی قانون قدرت پر قادر تھا - مگر اب نہیں "

(چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۲۶۸)

اب امید ہے - کہ مکرمی شیخ صاحب اس حوالہ مذکور پر غور کرتے ہوئے بے حقیقت اور دور از ایمان عقائد سے توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی صفت تخلیق کی حد بست اپنے محدود علم اور محدود عقل ہونے کے باوجود نہیں کریں گے - بلکہ ان دو قانونوں کے علاوہ بھی جس کا حضرت صاحب نے ذکر کیا ہے - وہ پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے - اور اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور نہ پوچھنے والا - کیونکہ وہ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون کی شان رکھتا ہے - سنئے حضور فرماتے ہیں " کیونکہ اس کی غیر متناہی حکمتوں اور قدرتوں کے آگے کوئی بات انہونی نہیں - (جیسے مسیح کی پیدائش اور یحییٰ کی) اور جب ہم اس کی حکمتوں اور قدرتوں کو غیر متناہی مان چکے ہیں - تو ہم پر یہ بھی فرض ہے - کہ ہم اس بات کو بھی مان لیں - کہ اسکی تمام حکمتوں اور قدرتوں پر ہم کو علم حاصل ہونا ممتنع اور محال ہے - سو ہم اس کی ناپیدا کنار حکمتوں اور قدرتوں کے لئے کوئی قانون نہیں بنا سکتے - اور جس چیز کی حدود ہمیں معلوم ہی نہیں - اس کی پیمائش کرنے سے ہم عاجز ہیں - ہم نبی آدم کی دنیا کا نہایت ہی تنگ اور چھوٹا سا دائرہ ہے - اور پھر اس دائرے کا بھی پورا پورا ہمیں علم حاصل نہیں - پس اس صورت میں ہماری نہایت ہی کم ظرفی اور سفاہت ہے - کہ ہم اس اقل قلیل پیمانہ سے خدا تعالیٰ کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں "

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۰ حاشیہ ۱۱)

پس باوجود اس کے کہ ہم پیدائش کا طریقہ مرد عورت کے مخلوط نطفہ کا عام طور پر معلوم کر چکے ہیں - مگر پھر بھی حضور فرماتے ہیں - کہ اس کی تمام حکمتوں اور قدرتوں پر ہم کو علم حاصل ہونا ممتنع اور محال ہے " تو پھر میرے محترم بزرگ کا یہ فرمانا کہ اصول صرف یہی ہے - جو خدا تعالیٰ نے تعلیم فرمایا ہے کہ نبی نوع انسان یا نوع حیوان کی تخلیق نطفی نر و مادہ کے ملنے پر منحصر ہے وبس - درست نہیں - اصل بات یہ ہے - کہ ہمارے شیخ صاحب اس قدر قانون کے پابند نظر آتے ہیں - کہ خدا کو بھی اس کا پابند کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں - اس بحث کو میں دو منٹ کے لئے بند کرتا ہوں - اور شیخ صاحب سے ایک سوال کا جواب ان کے عقیدہ کو مدنظر رکھکر مانگتا ہوں - کہ خدا کا یہ مستمرہ جاری و ساری قانون تھا - کہ بنی نوع کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجا کرتا - اب اس نے اس جاریہ قانون کو کیوں توڑا - اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں بند کر دی - حالانکہ نبی کا آنا نوع انسان کے افادہ اور روحانیت کی تکمیل کے لئے تھا - جب آپ کے خیال کے مطابق ایک جاری شدہ قانون کو ایک وقت پر آکر وہ خدا توڑ سکتا ہے تو کیا پیدائش بنی آدم کے جاری شدہ قانون کو ایک قوم کی حد اعتدالیوں اور بداعمالیوں کے باعث بطور سزا کے مرد کا تعلق توڑ کر محض اپنی قدرت نادرہ سے کسی انسان کو پیدا کر دے - تو کیا آپ کے لئے جائے تعجب ہے - ماھو جوابکم فھو جوابنا ؛ (باقی وارد)

درخواست :- فاروق کے لئے کم از کم آپ ایک خریدار دیکر ثواب حاصل کریں - یہ آپ کا قومی پرچہ ہے (منیجر فاروق)

غیر احمدی مشن

عدم رجوع موتیٰ

مخالفین احمدیت احمدیت کی ترقی کو برداشت نہ کرتے ہوئے اس کی مخالفت میں اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں - اور جتنی اس کی بساط ہے - اس کے مطابق وہ کوئی کمی نہیں چھوڑتے - علماء مخالفین تو خیر مجبور تھے - کہ ان کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا - کہ علماء ھم شرّ من تحت ادیم السماء انہیں آنحضرت صلعم کی اس حدیث کی تصدیق کرنی ضروری تھی - مگر ان کے علاوہ "عالم نما جاہل" بھی اس حدیث کی تصدیق کے لئے اور اس کا مصداق خود بننے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں - اور چاہتے ہیں - کہ اس نبوی مہر کو اپنے اوپر چسپاں کر کے چھوڑیں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عملی اعتراضات کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں "

چنانچہ اہلحدیث نے ۲ رجون ۱۹۳۳ء کے پرچہ صفحہ ۵ پر ایک مضمون بہ عنوان " مرزا صاحب کا عدم احیاء پر استدلال " کے عنوان سے شائع کیا ہے - جس کا اقتباس درج ذیل ہے :-

" مرزا صاحب ازالہ صفحہ ۶۶۵ میں لکھتے ہیں :-

اس میں شک نہیں - کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے - ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑے گا - کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا - کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں - کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا - اور قرآن کریم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کے لئے ان کو رخصت کرتا ہے ۔ مرزا صاحب کے مبالغہ کی بھی کوئی حد ہے ۔ بھلا قرآن اور حدیث نے کب گواہی دی تھی ۔ کہ مرا ہوا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا ۔ .. .. باوجود ان کی عادت تھی ۔ کہ اونی احتمال کا موقع بھی ملتا تھا ۔ تو سیاق و سباق حذف کر کے کوئی آیت یا حدیث استدلال میں پیش کر دیا کرتے تھے ۔ جیسے وادخلی جنتی وغیرہ ہیں ۔ مگر اس دعوی پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی ۔ اس سے ظاہر ہے ۔ کہ کوئی احتمالی دلیل بھی ان کو نہیں ملی "

اس سے ان کے مندرجہ ذیل مقاصد معلوم ہوئے ۔ جن کا ایک ایک الگ جواب دیا جا رہا ہے ۔

۱ ۔ مرزا صاحب نے مبالغہ کیا ہے ۔

۲ ۔ قرآن حدیث نے مرے ہوئے شخص کے عدم رجوع پر کبھی گواہی نہیں دی ۔

(۳) احتمالی دلیلیں سیاق و سباق حذف کر کے پیش کرنے کی عادت کے باوجود یہاں کوئی دلیل پیش نہیں کی ؛

ان تمام مقاصد کا جواب مختصر طور پر یہ ہے کہ ذرا آنکھیں کھول کر ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۹ تا صفحہ ۶۵۱ یا صفحہ ۲۲۲ اور اس کا حاشیہ ہی جو صفحہ ۹۲۸ کے آگے حرف الف ۔ ب ۔ ج ۔ د ہے ۔ جس میں خاص طور پر یہی دعوی کیا گیا ہے ۔ کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آتے ۔ اور دلائل قرآنی دیئے گئے ہیں ۔ کم از کم دیکھ لیا ہوتا ۔ اگر تو مضمون نگار نے محض اعتراض کرنے کی نیت سے ہی یہ صفحہ صفحہ ۶۶۵ دیکھا تھا ۔ تو میرے مذکورہ بالا دعوی کی تصدیق ہوئی ۔ کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت مدنظر رہتی ہے ۔ اور اگر تحقیق کی نظر سے یہ سوال پیدا ہوا ۔ تو تحقیق حق کے لئے ضروری ہے ۔ کہ کم از کم وہ ساری کتاب پڑھ لی جائے ۔ میں باور نہیں کر سکتا ۔ کہ کوئی شخص کتاب کے ۶۳۹ تا ۶۵۱ صفحات پر سے چھلانگ لگاتا ہوا صفحہ ۶۶۵ پر جا پہنچے ۔ حالانکہ اس کی غرض تحقیق حق ہو ۔

وہ معترض حقیقت سے بالکل دور ہے ۔ جو باوجود صراحت کے ساتھ حوالہ دے دینے کے بھی ماقبل کی طرف رجوع نہ کرے ۔ عبارت نقل کردہ کے صریح الفاظ ہیں ۔ کہ " اس بات کے ثابت ہونے کے بعد جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں پیچھے یہ ثابت کر آئے ہیں ۔ کہ مرا ہوا کبھی واپس نہیں آتا ہے ۔ ملاحظہ ہو ساری عبارت صفحہ ۶۳۹ تا صفحہ ۶۵۱ ۔ اور ذرا تفصیل کے ساتھ یہ جواب بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ (۱) حضرت مسیح موعود کو مبالغہ سے کام نہیں ۔ بلکہ دعوی کو پوری وضاحت کے ساتھ ثابت کر دینے کے بعد دوبارہ اختصار کے ساتھ نتیجہ نکالتے ہوئے بھی دلائل کو دہرا گئے ہیں ۔ تاکہ اگر کوئی کمزور ذہن والا سابقہ دلائل کو ذہن سے فراموش کر چکا ہو ۔ تو اشارہ کے ساتھ اس کا دماغ بیدار ہو جائے ۔ اگر ایک دفعہ مدعا کو ثابت کر کے اور پھر ایک اور مرتبہ نتیجہ نکالتے ہوئے کوئی شخص اپنے بیان کردہ دلائل کی طرف اشارہ کر دے ۔ تو کیا اس کا نام کوئی عقلمند بھی مبالغہ رکھ سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ؛

---

(۲) قرآن و حدیث نے کب گواہی دی ۔

الجواب ۔ واضح ہو کہ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی دوسرے کے محتاج نہیں ہے ۔ کہ بعد میں آنے والے دلائل تلاش کرتے پھریں ۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق صرف ایک ہی صفحہ میں کم از کم چار دلیلیں بیان کر دی ہیں ۔ جو قرآن شریف کی ہیں ۔ چنانچہ فرمایا ۔ جیسا کہ فرماتا ہے ۔ فیمسک التی قضی علیہا الموت " یہ پہلی دلیل ہے ۔ جس کے الفاظ واضح ہیں ۔ تاہم ذرا اور واضح کرنے کے لئے پوری دلیل درج کرتا ہوں ؛

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون ۔ ترجمہ خدا تعالے نفوس کی ان کی موت کے وقت قبض روح کرتا ہے ۔ اور ان (نفوس) کی جو ابھی مرے نہیں ہوتے ۔ ان کی نیند میں روح قبض کرتا ہے ۔ پس ان نفوس کو جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے (خدا تعالی) روک لیتا ہے ۔ اور دوسرے نفوس کو جن کی نیند میں قبض روح ہوتی ہے ایک مقرر وقت تک چھوڑ دیتا ہے تحقیق اس میں نشانات ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو تفکر و تدبر سے کام لیتے ہیں ۔

اللہ تعالی نے نہایت صریح الفاظ میں قبض روح کی دو قسمیں فرما کر الگ الگ بطور تعریف و تشریح ان کے احکام بیان کر دیئے ہیں ۔ (۱) وہ نفوس جن کا قبض روح بذریعہ موت ہوتا ہے ۔ ان کی ارواح روک لی جاتی ہیں ۔ وہ واپس نہیں چھوڑی جاتیں ۔ (۲) وہ نفوس جن کا قبض روح کلی طور پر نہیں ہوتا ۔ یعنی علاوہ موت کے نیند کی حالت میں ہوا ہے ۔ ان کی ارواح ایک معینہ مدت تک واپس کی جاتی ہیں ؛

اس سے زیادہ کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ کہ جن پر موت وارد ہو جائے ۔ انہیں دنیا میں واپس نہیں بھیجا جاتا ۔ یہ خدا کا فرمودہ قانون ہے ۔ اس کے خلاف خدا نہیں کرتا ۔

یہ وہ قرآنی دلیل ہے ۔ جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۹ تقطیع خورد پر بیان کی گئی ہے ۔ جسے دیکھ لینے کے بعد کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ۔ قرآن ... نے کب گواہی دی تھی ۔ کہ مرا ہوا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا " ناظرین خود فیصلہ فرما سکتے ہیں ۔ کہ قرآن شریف کن صریح الفاظ میں مرے ہوئے شخص کو آنے سے روکتا ہے ۔ یہ وہ گواہی ہے ۔ جو اس مصرع کے مصداق ہے ۔ کہ ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

؎ مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

باقی رہا یہ کہ حدیث نے کب گواہی دی تھی"۔ سو اس کا جواب آگے چلکر میں ایسے موقع پر بیان کروں گا۔ جہاں اس کا ایک خاص ربط ہے۔

دوسری تیسری بات کہ باوجود سیاق وسباق حذف کرکے احتمالی دلائل دینے کی عادت کے کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ سو اس کا جواب بھی ازالہ اوہام کا صفحہ ۶۳۹ بنفس نفیس ہے۔ اور میرے چند حروف متذکرہ بالا بھی ایک حق پسند کے دلی اطمینان کے لئے کفایت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ مکمل دلیل آیت قرآنی سامنے ہے اور سیاق وسباق ہمارے معنے کی صفائی کے ساتھ تائید کر رہا ہے۔ پھر اس قدر صفائی بیان کی موجودگی میں دیدہ دلیری کے ساتھ یہ کہدینا۔ کہ مرزا صاحب کو احتمالی دلائل سیاق وسباق حذف کرکے دینے کی عادت ہے کس قدر نادانی یا تعصب ہے ؛

آگے چلکر لکھا ہے :۔

"اب سوائے اس کے کہ جرأت سے کام لیں کوئی تدبیر نہ تھی"

میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کہ جملہ انبیاء چونکہ دلیر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا کام ہی یہی ہے۔ کہ جرأت اور دلیری کے ساتھ اپنے دعوی کو پیش کریں۔ انہیں بھلا کمزوری کیسے لاحق ہو سکتی ہے۔ ان کا پشت وپناہ تو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہوتا ہے۔ جناب مولوی صاحب! انبیاء دلیر ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور ان کے مخالفین بزدل اور کمزور وجرأت سے کام نہیں لے سکتے۔ اُن کے حصہ میں بزدلی ہی آتی ہے۔ سچ ہے انت من ماونا وھم من فشل (الہام مسیح موعود) اس لئے خدا کے نبی دلیری دکھلاتے ہیں۔ اور ان کے مخالف بزدلی۔ وکل انا ومیتر شیح بما فیلہ۔

مخالفین کی بزدلی کی مثال میں اہلحدیث کے اسی مضمون سے دکھاتا ہوں۔ کس قدر بزدلی دکھائی ہے میں جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ معترض نے صفحہ ۶۶۹ کا اقتباس لے کر اعتراض کیا ہے۔ اور اس کو یہ حوصلہ نہ ہو سکا۔ کہ ذرا سیاق وسباق کھول کر دیکھ لے۔ ساری کتاب نہ سہی کم از کم دس بیس صفحات تو آگے سے اور پیچھے سے پڑھ لئے جاتے۔ لیکن وجہ کیا ہے۔ کہ چشم معترض صرف صفحہ ۶۶۹ پر ہی ٹھیری۔ اور ادھر اُدھر دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔ سوائے اس کے کہ مخالفین کے اندر بزدلی رچی ہوتی ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں ؛

مجھے حیرت ہوئی۔ کہ جب کہ چند سطریں آگے چلکر معترض نے نہایت سادگی کے ساتھ اپنے گلے میں ایک پھندا ڈال لیا۔ وہ یہ کہ معترض صاحب نے جب حضرت مسیح موعود پر سیاق وسباق حذف کرکے احتمالی دلائل دینے کی عادت کا الزام لگایا خدا کی شان کہ صرف تیرہ سطریں ہی آگے چلکر اسی الزام کے نیچے خود آگئے۔ جو حضرت مسیح موعود پر لگاتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"حالانکہ قرآن مجید کے متعدد مقاموں میں یحیی الموتی و احیاھم وغیرہ الفاظ صراحتاً مذکور ہیں"

ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس جگہ کون سی مکمل دلیل بیان کی گئی ہے۔ کہاں یہاں سیاق وسباق حذف نہیں کیا گیا۔ اور کیا یہ احتمالی دلیل نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے۔ کیونکہ ان کا مدعا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی تفصیل حضرت مسیح موعود نے خود ہی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرما دی ہے۔ کہ قرآن کریم کی نص صریح کے مطابق جہاں احیاء موتی آیا ہے وہاں روحانی مردے مراد ہیں۔ یعنی ان کو روحانی طور پر زندہ کیا جاتا ہے ؛

پھر لکھا ہے۔ کہ :۔

"اور جو فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم انھم الیہ راجعون کہکر ان کو مدینہ کے لئے رخصت کر رہا ہے۔ سو مرزا صاحب نے اس استدلال میں یہی طریق اختیار کیا ہے جو یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ میں کیا جاتا ہے"

حالانکہ معترض اگر دلیل کو سمجھ لیتا۔ تو کبھی بھی ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتا۔ اور آیت حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون کے اصلی مفہوم اور معنے کو کم مائیگی علم کی وجہ سے ادھر ادھر پھیرنے کی کوشش نہ کرتا۔ ناظرین کے لئے اور بالخصوص اہلحدیث کا دعوی کرنے والوں کے واسطے اس سے بڑھکر اور کون سے معنے قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی طرف سے ہیں حدیث سے ملیں۔ اور اگر وہ حدیث قدسی ہو۔ تو پھر کسی چون وچرا کی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔ اور اس کے سامنے کسی کی ذاتی تعایاں اور بے سود تگ ودو کبھی کام نہیں آسکتیں ؛

لہذا میں معترض کے دلی اطمینان کے لئے اپنا سابقہ وعدہ پورا کرتے ہوئے وہ حدیث قدسی نقل کرتا ہوں۔ جو آیت انھم الیہ راجعون کے معنے حل کرتی ہے :۔

"سمعت جابر بن عبد اللہ یقول لقینی رسول اللہ صلعم فقال لی یا جابر مالی اراک منکسراً قلت یا رسول اللہ استشھد ابی وترک عیالاً ودیناً قال الا ابشرک بما لقی اللہ بہ اباک قال بلی یا رسول اللہ قال ما کلم اللہ احداً الا من وراء حجابہ واحیی اباک فکلمہ کفاحاً وقال عبدی تمن علی اعطک قال یا رب تحیینی فاقتل فیک ثانیۃً قال الرب تبارک وتعالی انہ قد سبق منی انھم الیہ لا یرجعون"

(ترمذی تفسیر سورہ آل عمران صفحہ ۱۲۵ ج ۲)

ترجمہ۔ میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا۔ کہ وہ کہتے تھے۔ مجھے رسول مقبول صلعم ملے۔ اور فرمایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اے جابر تجھے کیا ہوا۔ کیونکہ تو شکستہ خاطر نظر آتا ہے۔ میں نے عرض کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا رسول اللہ میرے والد صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ اور بال بچے اور قرضہ (واجب الادا) چھوڑ گئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں اس کارروائی کی جو خدا نے تیرے باپ سے کی۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ (آپ ضرور خبر دیں) آپؐ نے فرمایا۔ خدا نے کسی سے بھی کلام نہیں کی۔ مگر پس پردہ لیکن تیرے باپ کو زندہ کر کے بالمشافہ بات کی۔ اور کہا اے میرے بندے کوئی آرزو میرے حضور پیش کر۔ میں تجھے دوں گا۔ تو اس (تیرے باپ) نے کہا۔ اے میرے رب تو مجھے زندہ کر دے۔ اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔ تو خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا۔ قد سبق القول منی انھم لا یرجعون۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ "انھم لا یرجعون"۔ البتہ وہ (ہلاک شدہ) واپس نہیں ہوتے یا نہیں ہوں گے"۔

اب دیکھئے آیت قرآن کے حدیث صاف معنے کئے دیتی ہے۔ کہ خدا نے باوجود وعدہ کرنے کے پھر فرما دیا۔ کہ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مردے واپس نہیں کئے جائیں گے۔

اب جہاں حدیث سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے۔ کہ مردے واپس نہیں دنیا میں آئیں گے۔ وہاں انھم لا یرجعون آیت کے معنے بھی حل ہو گئے۔ اور حدیث قدسی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک انھم لا یرجعون کے کیا معنے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں کسی ایرے غیرے کے معنی کبھی قابل قبول نہیں بالخصوص الحدیث ہونے کا دعویٰ رکھنے والے شخص کے لئے تو آنکھیں کھول کر دیکھنے کا مقام ہے۔ کہ وہ اس حدیث کی موجودگی میں اپنی علمی لافیں مارتا ہوا کچھ اور کا اور ترجمہ کرتا پھرے۔

آگے چل کر لکھا ہے۔ کہ :-

"اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ لا یرجعون سے مراد ان کا دنیا میں نہ آنا ہے۔ تو اس سے بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ یہ کس نے کہا ہے۔ کہ فوت شدہ دنیا میں آیا کرتے ہیں۔ ان میں یہ طاقت ہی کہاں کہ پھر لوٹ کر آجائیں۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ خدا جس کو چاہے دوبارہ دنیا میں وہ ضرور آئے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کوئی چیز ظہور میں نہیں آسکتی"۔

حضرات ناظرین! ذرا معترض صاحب کی یہ قلابازیاں ملاحظہ کریں اور داد دیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ انھم لا یرجعون میں ان کی طاقت رجوع کی نفی ہے۔ یعنی مردہ میں طاقت نہیں ہے۔ کہ وہ خود واپس آسکے۔ خدا کے ارادہ کی نفی نہیں۔

عقل کے مدعی ذرا یہ تو بتاؤ۔ کہ انسان میں اگر رجوع کی طاقت نہیں۔ تو کوئی اور طاقت بھی تو نہیں ہے۔ جب ہر ایک کام خدا کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اور اس طاقت سے جو بندے کو خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ تو صرف رجوع اور عدم رجوع پر کیا انحصار رہا۔ کوئی سی بھی طاقت انسان میں نہیں۔

نیز جیسے کہ خود معترض نے لکھ دیا ہے۔ کہ :-

"خدا تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کوئی چیز ظہور میں نہیں آسکتی"۔

بعینہٖ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا کا قول اور فعل یکساں ہیں۔ ان میں اختلاف نہیں۔ پس اگر قول کے خلاف کوئی چیز فعل سے ظہور میں آسکتی ہے۔ تو فعل الٰہی قول الٰہی کے مطابق نہیں رہتا۔ اور یہ شان باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ کہ اس کا قول و فعل یکساں نہ ہو۔ کہے کچھ اور کرے کچھ۔ لہٰذا جب خدا نے اپنا ایک محکم قول اہل بصیرت کے لئے قرآن شریف میں لکھ دیا۔ اس کے خلاف کوئی چیز ظہور میں نہیں آسکتی ؛

اس کے بعد لایعنی باتیں کرتے ہوئے جن کا جواب کوئی شریف انسان نہیں دینا پسند کرتا لکھا ہے"۔

"الحاصل اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زندہ کو جب چاہے وہ مردہ کر دیتا ہے۔ تو وہ زندہ نہیں ہو سکتا اور جب مردہ کو زندہ کرنا چاہے۔ تو وہ انکار اور سرتابی نہیں کر سکتا۔ و اللہ علی کل شیئ قدیر ؛ ؛

خدا کی قدرت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ مگر اس کا ارادہ اس کے اپنے فرمودہ کے بالکل مطابق ہوتا ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ جب ایک معمولی شریف انسان اپنی بات کے خلاف عمل کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ اور اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ تو خدا کیسے اپنی بات کے خلاف کریگا۔ جو ایسا خیال کرے۔ وہ صریح خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف ایمان رکھتا ہے۔ ھذا من اللہ ؛

پس مذکورہ بالا بیان جو قرآن اور حدیث کی بالاتفاق گواہی کا مجموعہ ہے۔ مظہر ہے۔ کہ مرا ہوا دنیا میں واپس نہیں آتا۔ اور نہ خدا تعالیٰ اسے بھیجا کرتا ہے اور نہ بھیجے گا۔ ؎

کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگار بے چگوں
غور کن در انھم لا یرجعون

(خاکسار محمد عبداللہ اعجاز مولوی فاضل جامعہ)

احباب فریقہ و بیرون ہند

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے اب پھر یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ کہ احباب نیرد لی اور کمپلانو زنجبار و جنڈہ وغیرہ فاروق کے حقوق کی طرف جلد توجہ فرمائیں۔ نیز ہر ایک دوست کم از کم دو دو خریدار افریقہ سے فاروق کے واسطے عطا فرما کر ثواب امداد حاصل کریں۔ (مینیجر فاروق)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دفتر اخبار فاروق متصل دارالامان سے شائع کیا)